

جس نے اللہ کی راہ میں لڑنے والے غازی (مجاہد) کو سزا و سامان مہیا کیا وہ بھی غازی ہے اور جو غازی (مجاہد) کے پیچھے اس کے اہل و عیال کے لیے اچھا جائشین بنا، وہ بھی غازی ہے۔

اہل ایمان خوشخبری کے لئے
لگا لگا مجاہدین نے فرمایا

فقہ عظیمات مقامی دفتر میں جمع کروا کر رسید حاصل کیجئے یا چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر کی شکل میں براہ راست ہمیں ارسال کیجئے۔



شہدائے اسلام کے جائشین بنئے

شہدائے اسلام فاؤنڈیشن

1995ء سے امت مسلمہ پر عائد اسی قرض کی ادائیگی اور ہزاروں شہداء کے گھرانوں کی خدمت کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل ہے۔ آئیے آپ بھی اس مقدس اور بابرکت اجتماعی فریضہ کی ادائیگی اور جہادِ اسلامی کی پشتی بانی کے لئے فاؤنڈیشن کے ہاتھ مضبوط کیجئے۔

- ★ ایک فیملی کی کفالت کی ذمہ داری سنبھال لیجئے۔
- ★ بچوں کے لئے تعلیمی و خانگے کا اہتمام کیجئے۔
- ★ شہید کے گھرانے کے لئے کاروبار کا اہتمام کر کے دیجئے۔
- ★ عیدین کے موقع پر تحائف کا اہتمام کیجئے۔
- ★ مکانات کی تعمیر کے لئے عطیات دیجئے۔
- ★ شہید کی منجی، پنچ، بہن، بھائی کی شادی کے اخراجات کا اہتمام کیجئے۔
- ★ شہید کے ذمہ واجب الادا قرض کی ادائیگی کے لئے تعاون کیجئے۔
- ★ دشمن کی قید میں موجود مجاہدین کی خدمت کیجئے۔

700- عمر بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور (پاکستان)

فون: 92-42-541 0787 ای میل: sifpak@hotmail.com
فیکس: 92-42-542 5188 ویب سائٹ: www.sif.org.pk

مزید تفصیلات
کیلئے رابطہ کیجئے

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے لٹریچر نے قلب و ذہن کی دنیا بدل دی
 آج بھی اس کی یہ تاثیر موجود ہے
 ان کی کتابیں خود پڑھیے اور دوسروں تک پہنچائیے
 یہ انہیں یاد کرنے اور خراج عقیدت پیش کرنے کا بہترین طریقہ ہے

رسائل و مسائل

۵ حصے، صفحات ۱۶۲۸، قیمت ۲۵۰ روپے

دور حاضر میں سیاست، معیشت، معاشرت، تحریک اسلامی نیز آیات و احادیث اور
 فقہی احکامات کے بارے میں ذہنوں میں اٹھنے اور کھلنے والے ہر طرح کے تقریباً

۵۰۰ سوالوں کے مثالی جواب

مفتی کے انداز کے بجائے معالج کی طرح ناخن گرہ کشا سے مسائل کا حل

اس کا مطالعہ تفقہ فی الدین اور بصیرت پیدا کرتا ہے

ادبی شاہکار بھی۔ پڑھیے اور لطف اٹھائیے

تحریکی مکتبوں سے حاصل کیجیے

عطیہ اشتہار: سید منور گیلانی۔ ڈنمارک

مردِ مومن: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مولانا عبدالرشید عراقی[○]

عمر ہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

یوں تو سید مودودیؒ کی ذات میں اللہ تعالیٰ نے بیک وقت گونا گوں اوصاف جمع کر دیے تھے، لیکن ان پر دین کی محبت ہر چیز سے زیادہ غالب تھی، اور عمر بھر مختلف انداز سے انھوں نے اس کی خدمت کی۔ سید مودودیؒ اپنے عہد میں اُردو زبان کے سب سے بڑے مصنف تھے۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر متعدد ضخیم کتابیں لکھیں، اور ایک زمانے سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ سید صاحب نے مستقل تصانیف کے علاوہ مختلف موضوعات پر سیکڑوں محققانہ علمی، ادبی، دینی، تاریخی اور تنقیدی مضامین بھی لکھے ہیں جو ترجمان القرآن کے ہزاروں اوراق پر پھیلے ہوئے ہیں۔

سید مودودیؒ نے ہوش سنبھالا تو ان کی تعلیم کا سلسلہ ان کے والد گرامی نے خود اپنی نگرانی میں شروع کیا اور انھیں کسی مکتب یا مدرسے میں بھیجنا گوارا نہ کیا۔ گھر میں اتالیق کا انتظام کیا، جو سید صاحب کو عربی ادب اور علومِ دینیہ کی تعلیم دیتے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں جب سید صاحب کی عمر ۱۱ سال کی تھی، انھوں نے مولوی کا امتحان پاس کر لیا۔

۱۹۱۸ء میں آپ نے صحافتی زندگی کا آغاز کیا۔ مختلف اوقات میں مدینہ، بجنور، تاج، جبل پور اور مسلم دہلی سے وابستگی رکھنے کے بعد ۱۹۲۳ء میں بھوپال تشریف لے گئے۔ بھوپال

میں آپ کا قیام تقریباً ڈیڑھ سال تک رہا۔ اس بارے میں سید صاحب نے خود لکھا ہے: ”اس ڈیڑھ سال کو میں نے بالکل یہ پڑھنے اور سوچنے کے لیے وقف کر دیا تھا۔ علوم قدیمہ و جدیدہ کے جتنے ذخائر تک میری رسائی ممکن تھی، میں نے ان سے استفادہ کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ غور و فکر اور مطالعے کو میں نے اتنی شدت اور تسلسل سے جاری رکھا کہ آخر کار میرے اعصاب پر نکان کے آثار ہویدا ہونے شروع ہو گئے۔“

۱۹۲۳ء میں سید صاحب بھوپال سے دہلی واپس آ گئے تو انھیں مولانا محمد علی جوہر کی طرف سے ان کے اخبار ہمدرد اور جمعیت العلماء کی طرف سے جمعیت کے ترجمان الجمعیت کی ادارت کی پیش کش کی گئی۔ سید صاحب نے الجمعیت کو ترجیح دی اور آپ تقریباً چار سال تک، یعنی ۱۹۲۸ء تک اس اخبار کے ایڈیٹر رہے۔

● الجہاد فی الاسلام کی تالیف: سید صاحب کے چار سالہ دورِ ادارت میں ملک میں کئی ایک اہم واقعات رونما ہوئے۔ ۱۹۲۶ء کے آخر میں شدھی تحریک کے بانی شردھانند قتل ہو گئے۔ اس قتل پر کانگریسی اور غیر کانگریسی ہندوؤں نے ایک طوفان کھڑا کر دیا کہ اسلام خون خواری سکھاتا ہے۔ گاندھی جی نے کہا تھا: ”اسلام کی فیصلہ کن چیز پہلے بھی تلوار تھی اور اب بھی تلوار ہے۔“ اس دور کا ذکر کرتے ہوئے سید مودودی نے خود بیان کیا ہے: یہ غوغا آرائی ایک مدت تک بڑے زور و شور سے جاری رہی۔ مولانا محمد علی جوہر نے ان بہتان تراشیوں سے تنگ آ کر جامع مسجد دہلی میں ایک تقریر کی اور آبدیدہ ہو کر کہا کہ کاش! کوئی اللہ کا بندہ ان الزامات کے جواب میں اسلام کا صحیح نقطہ نظر پیش کرتا۔ تقریر سننے والوں میں سے ایک میں بھی تھا۔ میں جب وہاں سے اٹھا تو یہ سوچتا ہوا اٹھا کہ کیوں نہ میں ہی اللہ کا نام لے کر اپنی سی کوشش کروں۔

ہندوؤں کی غوغا آرائی اور مولانا محمد علی جوہر کی اس اپیل نے سید مودودی کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مسلمانوں اور اسلام کی مدافعت کے لیے قلم سنبھالیں۔ اگرچہ اخبار نویسی اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ اس کے ساتھ ساتھ کوئی علمی یا تحقیقی کام کیا جائے۔ لیکن سید صاحب نے ۱۹۲۷ء کے شروع میں الجمعیت کے کالموں میں اس مبسوط بحث کا آغاز کر دیا۔ جب یہ مقالے اخبار الجمعیت میں شائع ہو رہے تھے اس وقت سید صاحب کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ پھر یہ مقالے

کتابی صورت میں الجہاد فی الاسلام کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آئے تو ان کو پڑھ کر علامہ محمد اقبالؒ نے فرمایا: اسلام کے نظریہ جہاد اور اس کے قانون صلح و جنگ پر یہ ایک بہترین تصنیف ہے۔ اور میں ہر ذی علم آدمی کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ کرے۔

● حیدر آباد دکن میں سکونت: ۱۹۲۸ء میں سید مودودی الجمعۃ کی ادارت سے مستعفی ہو گئے اور دہلی کو خیر باد کہہ کر حیدر آباد دکن سکونت اختیار کر لی۔ ۱۹۳۰ء کے عشرے کے ابتدائی عرصے میں آپ کی کتاب دینیات شائع ہوئی جس کے بعد آپ کی کتاب اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی کے مقالات سامنے آئے ان مباحث نے ہندستان کے علمی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔

● ترجمان القرآن کا اجرا: ۱۹۳۳ء میں سید مودودی نے رسالہ ترجمان القرآن کی ادارت سنبھالی اور اسے اقامت دین کی جدوجہد کا ذریعہ بنایا۔ جب آپ نے رسالہ ترجمان القرآن کا اجرا کیا اس وقت آپ کے سامنے دو راستے تھے۔ ایک اقامت دین کا راستہ اور دوسرا دنیوی شہرت، ترقی اور حصول جاہ و زر کا راستہ۔ ان دونوں راستوں میں کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ سید صاحب نے اقامت دین کا راستہ اختیار کیا۔

ترجمان القرآن کے ذریعے سید صاحب نے دعوت انقلاب پیش کرنی شروع کی اور ان کا نقطہ آغاز اور انتہائے مقصود قرآن کریم تھا۔ آپ نے ترجمان کے پہلے شمارے میں لکھا: یہ رسالہ آج جس مرحلے میں قدم رکھ رہا ہے وہ بہت کٹھن اور دشوار ہے۔ کٹھن اور دشوار اس معنی میں نہیں کہ اس کے پیش نظر اب پہلے سے زیادہ مشکل کام ہے بلکہ اس معنی میں بھی کہ جن ہاتھوں میں وہ منتقل ہو رہا ہے وہ پہلے کام کرنے والے ہاتھوں سے زیادہ کمزور ہیں۔ ایک طرف یہ ضعیف و ناتواں ہے اور دوسری طرف پیش نظر کام یہ ہے کہ اسلام کو اس اصلی روشی میں پیش کیا جائے جس میں قرآن کریم نے اس کو پیش کیا ہے۔ کہنے کو یہ کام بہت آسان ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مشکوٰۃ نبوت سے بعد علم صحیح کی کمی، سلامت قلب و استعداد نظر کے فقدان، یونانی تفسلف، عجمی مویشگانی، مغربی تشکیک اور سب سے بڑھ کر خود پرستی اور ہوائے نفس کے اتباع نے

ہمارے اور معارف قرآنی کے درمیان ایسے پردے ڈال دیے ہیں کہ جس قرآن کو آسان کہا گیا تھا، وہ اب سب سے زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ ان حالات میں قرآن مجید کو اس کی اصلی صورت میں پیش کرنا ایک بڑا مشکل کام ہے۔

● علامہ اقبال سے خط کتابت اور ملاقات: ۱۹۳۶ء میں سید مودودیؒ کی علامہ اقبالؒ سے خط کتابت شروع ہوئی۔ اسی سال انھوں نے جامعہ علی گڑھ کے استفسار پر ایک جامع تعلیمی خاکہ تیار کیا۔ ۱۹۳۷ء میں آپ کی لاہور میں علامہ اقبالؒ سے ملاقات ہوئی اور علامہ نے آپ کو لاہور منتقل ہونے کا مشورہ دیا۔ اور اسی سال آپ کے مشہور سلسلہ مضامین مسلمان اور موجودہ سیاسی کش مکش کتابی صورت میں منظر عام پر آئے۔

● پنہان کوٹ میں قیام: ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء کو سید مودودیؒ حیدرآباد دکن سے پنہان کوٹ (مشرقی پنجاب) منتقل ہو گئے۔ یہاں آپ نے سب سے پہلے مسئلہ قومیت پر معرکہ الآرا مقالہ سپرد قلم کیا، جس کی اشاعت سے سیاسی اور خاص طور پر دیوبندی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔ ۱۹۳۹ء میں آپ کی کتاب تجدید و احیاء دین شائع ہوئی۔ ۱۹۴۰ء میں سید صاحب کو اسلامی نظام حکومت کا خاکہ تیار کرنے کے لیے مسلم لیگ کی کمیٹی میں بحیثیت رکن نامزد کیا گیا۔ ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو لاہور میں ۷۵ افراد کا تاسیسی اجتماع ہوا، جس میں جماعت اسلامی کی تشکیل کی گئی اور سید مودودیؒ اس کے پہلے امیر منتخب ہوئے۔

● تفہیم القرآن کا آغاز: اسلامی انقلاب کے لیے سید مودودیؒ نے ۱۹۳۸ء ہی میں کام شروع کر دیا تھا اور آپ نے اس کا آغاز درس قرآن سے کیا۔ اسی سلسلہ درس قرآن نے فروری ۱۹۴۲ء میں تفہیم القرآن کی شکل اختیار کی۔

تفہیم القرآن وہ تفسیر قرآن ہے جس نے ایک کٹھن اور فیصلہ کن دور میں قرآن کے زیر سایہ ایک خاموش انقلاب برپا کیا ہے اور یہ انقلابی دور ابھی جاری ہے۔ بلاشبہ جو خدمت تفہیم القرآن نے انجام دی ہے اور دے رہی ہے وہ بڑی اہم اور تاریخی ہے۔ خالص علمی نقطہ نظر سے تفہیم القرآن کا مقام بہت بلند ہے۔ تفہیم القرآن میں جس نقطہ نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ کتاب صحیفہ ہدایت ہے۔ کتاب ہدایت کی حیثیت سے قرآن کریم ہر

فرد میں اور پوری امت میں غور و فکر اور مطالعہ و نظر کا ایک خاص انداز پیدا کرتا ہے۔

تفہیم القرآن کے اساسی نقطہ نظر کے مطابق بنیادی بات یہ ہے کہ قرآن مجید محض ایک الہامی کتاب یا ایک تاریخی کتاب یا ایک عظیم کتاب نہیں۔ اس کا بنیادی دعویٰ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ابدی ہدایت ہے جو ایک دعوت کی طرف بلانے والی اور ایک جدوجہد کو برپا کرنے والی ہے۔ یہ ایک دعوت اور ایک تحریک ہے۔ قرآن کریم ایک پیغام کا علم بردار اور ایک دعوت اور تحریک کا داعی ہے۔ یہ ایک نظریاتی ملت کی تعمیر کرتا ہے اور پھر اسے ایک مشن سونپ دیتا ہے۔ اس دعوت اور اس جدوجہد کے لیے مقصد، اصول، اقدار اور ضابطے فراہم کرتا ہے۔ اس کے لیے کام کرنے والے انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا نقشہ متعین کرتا ہے۔ اس کام کو کرنے کے لیے جن صفات، محرکات، جذبات اور احساسات کی ضرورت ہے وہ اسے پیدا کرتا ہے۔ یہ کتاب فرد کی زندگی میں بھی اور معاشرے اور آخر کار پوری دنیا میں بھی ایک کش مکش کو جنم دیتی ہے، حق و باطل کے درمیان کش مکش تاکہ زندگی کا نظام حق کے مطابق چل سکے اور باطل کو بالآخر ہتھیار ڈالنے پڑیں۔ یہ کتاب کائنات، انسان اور زندگی کا ایک خاص تصور پیش کرتی ہے۔ جو لوگ اس تصور حیات کو قبول کر لیں، یہ ان کی زندگی کی تعمیر ایک خاص نقشے کے مطابق کرتی ہے اور جو اسے قبول نہ کریں ان سے مسلسل جہد و مقابلہ اور دعوت تبلیغ کا معاملہ کرتی ہے۔

قرآن مجید کے ایک دعوت کی کتاب ہونے کا تصور وہ مثالی کلید ہے جس سے فہم قرآن کی راہ کی تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ پھر قرآن کریم کا اسلوب، اس کا طریق استدلال، اس کا نظم، اس کا ادب، اس کے موضوعات کا تنوع، اس کے مضامین کی تکرار اس کی اخلاقی تعلیمات، اس کے قانونی احکام، اس کے تاریخی مواقع، غرض اس کی ہر بات سمجھ میں آ جاتی ہے اور یہ کارزار حیات میں مشعل راہ بن جاتی ہے۔ اگر ایک شخص اس تصور کے ساتھ قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی اور دوسرے انسانوں کی زندگی بدلنے کی جدوجہد کرتا ہے تو پھر قرآن کی آیات اس کے لیے محض کتاب میں لکھی ہوئی آیات نہیں رہیں گی، بلکہ آیات زندگی بن جائیں گی، اور اسے محسوس ہوگا کہ قرآن کریم زندگی کے ہر قدم پر اس کی رہنمائی کر رہا ہے۔ بقول علامہ اقبال: ”قرآن کو اس طرح پڑھو گویا یہ تمہارے قلب پر نازل ہو رہا ہے“۔

تفہیم القرآن نے نظم قرآن کا ایک منفرد تصور پیش کیا ہے۔ اس کے علاوہ سید صاحب نے ہر سورہ کے تاریخی پس منظر اور اس کے مرکزی مضمون اور موضوعات کا تعین بھی کیا ہے۔ تفہیم القرآن میں فقہی احکام کی تشریح اور فقہی مکاتب فکر کا نقطہ نظر اور قرآن کریم کی مجموعی تعلیمات اور قرآن کے بتائے ہوئے نظام اخلاق و تمدن کے مجموعی خاکے کی روشنی میں احکام کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسلام اور دوسرے ادیان یعنی یہودیت و عیسائیت کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے اور ان اعتراضات کا بھی کافی و شافی جواب دیا گیا ہے جو مسیحی اہل قلم اور مغربی مستشرقین نے قرآن کریم پر کیے ہیں۔

سید مودودی نے جب تفہیم القرآن کا آغاز کیا تو جلد اول کے دیباچے میں لکھا:

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جس غرض کے لیے میں نے یہ محنت کی ہے وہ پوری ہو، اور یہ کتاب قرآن مجید کے فہم میں بندگانِ خدا کے لیے واقعی کچھ مددگار ثابت ہو سکے۔ و ما توفیقی الا باللہ العلیٰ العظیم!

۱۹۷۲ء یعنی ۳۰ سال میں تفہیم القرآن مکمل ہوئی ہے۔ سید مودودی فرماتے ہیں: بندہ اپنے رب کے حضور عاجزی کے ساتھ چند اوراق لیے کھڑا ہے اور ایک زمانہ گواہی دے رہا ہے کہ یہ محنت دین حق کے لیے تھی۔ یہ تفسیر، تفہیم حق کے لیے ہے۔ اور یہ زندگی، شہادت حق کے سوا کسی کام کے لیے وقف نہیں رہی اور یہ خدا ہی ہے جو اپنے بندوں کو اس کی توفیق دیتا ہے جس طرح کہ اس نے اپنے اس بندے کو توفیق دی ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے جب تفہیم القرآن مکمل کر لی تو اس سلسلے میں لاہور میں ایک منعقدہ تقریب میں دعا کرتے ہوئے فرمایا:

بارالہا، تیری کتاب کی خدمت کرنے کے لیے میں نے جو بھی کوشش کی، وہ صرف تیری خوشنودی کے لیے کی اور اس لیے کی کہ وہ تیرے بندوں کے لیے رہنمائی اور ہدایت کا ذریعہ بنے۔ اس کام میں جو کچھ صحیح ہے وہ تیری رہبری اور رہنمائی کا نتیجہ ہے، اور جو کچھ غلط ہے وہ میری غلطی اور تاویل کا نتیجہ ہے۔ مجھے اس کی توفیق عطا فرما کہ اس میں جو غلطی ہو اس کی اصلاح کر سکوں اور اپنے بندوں کو بھی توفیق عطا فرما کہ جہاں جہاں بھی مجھ سے غلطی ہوئی وہ مجھے دلیل سے سمجھائیں، میں ان شاء اللہ اس

کی اصلاح کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ اور میری مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

● پشہان کوٹ سے لاہور: ۱۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوا۔ سید مودودی پشہان کوٹ سے لاہور منتقل ہو گئے۔ ۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۲ء، یعنی پانچ سال کے درمیانی عرصے میں سید صاحب بڑے نشیب و فراز سے گزرے۔ ۱۹۴۸ء میں اسیر زنداں بھی ہوئے، مارچ ۱۹۳۹ء میں قرارداد مقاصد بھی منظور ہوئی جس کے لیے سب سے زیادہ زور دار آواز سید مودودی ہی نے اٹھائی تھی۔ ۳۱ علمائے کرام کا تاریخی اجلاس علامہ سید سلیمان ندویؒ کی صدارت میں منعقد ہوا، جہاں پر اسلامی نظام کے نفاذ پر اعتراضات کے جواب میں ۲۲ نکات کی بالاتفاق منظوری دی گئی۔

● تحریک ختم نبوت: فروری ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی۔ حکومت نے اس تحریک کو دبانے کے لیے لاہور میں مارشل لانا نافذ کر دیا۔ ۲۸ مارچ کو مولانا مودودی اور ان کے رفقا کو مارشل لا کے تحت گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۱ مئی ۱۹۵۳ء کو فوجی عدالت نے سید مودودی کو سزائے موت کا حکم سنایا۔ مولانا مودودی کو سزائے موت سنانے پر سارے عالم اسلام میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ہڑتالیں، احتجاج اور رہائی کا مطالبہ ہوا تو سزائے موت عمر قید میں تبدیل کر دی گئی۔ ۲۹ اپریل ۱۹۵۵ء کو خاص قانونی سقم کی بنا پر سید مودودی اور ان کے رفقا کو ۲۵ ماہ کی قید کے بعد رہا کر دیا گیا۔

● ۱۹۵۶ء تا ۱۹۷۲ء: اس عرصے میں سید مودودی نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے جو تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں؛ مثلاً:

● ۱۹۵۶ء میں مطالبہ دستور اسلامی کے حق میں مہم کی کامیابی۔
● ۱۹۵۸ء میں جنرل ایوب خان مرحوم کا مارشل لا ملک میں نافذ ہو گیا۔ جماعت اسلامی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ مولانا مودودی تحقیق و مطالعہ و تصنیف کے کام میں مشغول ہو گئے اور اس دوران ارض القرآن کا دورہ کرنے کے لیے عرب دنیا کے سفر پر گئے۔

● ۱۹۶۳ء میں جماعت اسلامی کا کل پاکستان اجتماع لاہور میں ہوا، جہاں مولانا مودودیؒ پر قاتلانہ حملہ ہوا، جس میں جماعت کا ایک کارکن اللہ بخش شہید ہو گیا۔ اس اجتماع میں سید صاحب مرحوم نے جو دعائیں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

یا اللہ! ہم تیرے نام کی عظمت و سر بلندی کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ تیرے علم میں ہے کہ کون مفسد ہے اور کون مصلح، اے اللہ! جو صلح ہیں، تو ان کی مدد فرما اور جو مفسد ہیں ان کے شر سے مصلحین کو بچا۔

۱۹۶۳ء میں جماعت اسلامی پر پابندی عائد کر کے مولانا مودودی کو ان کے قریبی رفقا سمیت گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۹۶۹ء میں جنرل ایوب خان سے دو آئینی مطالبات منوانے کے لیے گول میز کانفرنس میں شرکت کی، اور اسی سال مراکش میں اسلامی کانفرنس تنظیم (OIC) کی تاسیسی کانفرنس میں شرکت کی۔ یکم نومبر ۱۹۷۲ء کو ۲۲ سال تک تحریک اسلامی کی رہنمائی کرنے کے بعد مسلسل علالت اور کمزوری صحت کی وجہ سے جماعت اسلامی کی امارت سے سبکدوش ہو گئے، البتہ علمی و تحقیقی کاموں میں تادم آخراً مصروف رہے۔

۲۷ فروری ۱۹۷۹ء کو ان کی دینی و علمی خدمات کے اعتراف کے طور پر انھیں شاہ فیصل ایوارڈ سے نوازا گیا۔ جسے آپ کے صاحبزادے سید حسین فاروق مودودی نے ریاض (سعودی عرب) جا کر وصول کیا۔ سید صاحب اس ایوارڈ سے حاصل کردہ تمام رقم ادارہ معارف اسلامی کو دے دی، تاکہ علمی کاموں میں وسعت کے کام آئے۔

● سفر امریکہ اور وفات: مسلسل علالت کے پیش نظر سید صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر احمد فاروق مودودی جو امریکہ میں ڈاکٹر ہیں، مئی ۱۹۷۹ء میں آپ کو امریکہ لے گئے تاکہ وہاں اپنی نگرانی میں علاج کرا سکیں۔ امریکہ میں آپ کا علاج ہوتا رہا۔ طبیعت کبھی بگڑ جاتی تھی، کبھی سنبھل جاتی تھی۔ مگر کل نفس ذائقۃ الموت کے تحت عالم اسلام کے عظیم مفکر اور جید عالم دین ۲۲ ستمبر ۱۹۷۹ء کو انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

۲۶ ستمبر کو آپ کا جسدِ خاکی پاکستان لایا گیا اور اچھرہ لاہور میں آپ کی قیام گاہ کے سامنے لان میں سپرد خاک کیا گیا۔

● تصانیف: مولانا مودودی کا شمار کثیر التصانیف مصنفین میں ہوتا ہے۔ مولانا مرحوم نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ آپ کی تصانیف قرآن، حدیث، فقہی علوم، تاریخ، سیاسیات، معاشیات، عمرانیات، ادب اور تعلیم سے متعلق ہیں۔ سید مودودی مرحوم نے اپنی ہر تصنیف میں